مولانا عبدالقیوم حقانی

دینی انتہا پسندی اور لادینی انتہا پسندی

بنیاد پرستی اور دینی انتہا پسندی، دونوں ایسے لفظ ہیں کہ مغرب زدہ لٹریچر اور الیکٹرانک میڈیا میں بدترین اور مذموم کردار کے طور پر پیش کیئے جاتے ہیں اور پوری دنیا کو ان کے تباہ کن اثرات سے بچانے اور انسانی اخلاقی اقدار کو اس سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن تدابیر اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے امریکہ سمیت پوری مغربی دنیا اس کی مذمت میں پیش پیش تو ہے ہی، مگر اسلامی ممالک اپنے آقایانِ ولی نعمت کی خوشنودی میں ان سے چند قدم آگے ہیں۔

حیرت ہے تو اس بات پر کہ، بنیاد پرستی کی مذمت کرنے والے خود سب سے بڑے بنیاد پرست ہیں اور دینی انتہا پسندی کے خلاف تحریک چلانے والے خود انتہا پسندی کی آخری سرحدوں پر کھڑے ہیں۔

اگر بالفرض دینی احکام میں تصلب، پختگی، اخلاص، استقامت اور تسلسل، بنیاد پرستی یا انتہا پسندی ہے تو یہ بھی تو اکثر وبیشتر ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی ہے دینی احکام کی پابندی سے آزادی، دین کی تحقیر، دین کو مذاق اور تمسخر کا موضوع بنانا، سرکاری معاملات، عدالت، سیاست، اور قانون سازی سے دینی احکام کا اخراج بلکہ ان کو مذاق و تمسخر کا موضوع بنانا یہ وہ باتیں ہیں جن سے فطری طور پر بنیاد پرستی انتہا پسندی پیدا ہوئی ہے یہی عمل اور ردعمل کا قانون ہے — اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دینی احکام سے آزادی، اور بے راہ روی کی انتہا پر پہنچنے والے بھی اس سے آگاہی حاصل کریں۔——

اس سلسلہ کی عجیب ترین بات یہ ہے کہ جو لوگ دینی احکام کی پابندیوں اور دینی قدروں سے اعراض کے معاملہ میں انتہاء پسندی کا رویہ اپناتے ہیں۔ انہیں ان مخالفتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جن کا سامنا دین پسندوں اور دین سے والہانہ محبت رکھنے والوں کو کرنا پڑتا ہے حالانکہ اگر انتہاء پسندی کی مخالفت ضروری ہے تو دونوں فریقوں کی انتہاء پسندی کی مخالفت ہونی چاہیئے۔

آخر یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ سارا غصہ ان لوگوں پر نکالا جائے جو اسلام کو گلے سے لگاتے، نمازوں کی حفاظت کرتے، منکرات کے خلاف جہاد کرتے زبانوں اور شرم گاہوں کی حفاظت کرتے، حلال اپناتے حرام سے بچتے اور اسلامی زندگی کی حرص کرتے ہیں جو داڑھیاں بڑھاتے لباس کو نبیؐ کے سنت کے مطابق بناتے اوقات کو لغویات سے بچاتے ہیں یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ان نوجوانوں کی مخالفت کی جائے جو اللہ و رسولؐ کی

اطاعت میں شب و روز گزار رہے ہیں۔

مگر ان لوگوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے جو نمازوں کو ضائع کرتے خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور بے راہ روی میں اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ مرد و زن کے اختلاط کی کوئی پرواہ نہیں کرتے جو نہ معروف کو پہچانتے ہیں اور نہ منکر کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی حقیقت و اصلیت گم کر دی ہے اور اپنے کردار سے معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں ـــــ یہ عجیب انصاف ہے کہ جس چیز کا نام دینی انتہاء پسندی رکھ دیا گیا ہے اس کے خلاف تو شور مچایا جا رہا ہے اور اس کی شدید ترین مخالفت کی جا رہی ہے مگر لادینی انتہاء پسندی کے بارے میں ساری زبانیں گنگ ہیں اور منہ پر مہر خاموشی لگی ہوتی ہے ـــــ

پھر انصاف کا ایک عجیب منظر یہ بھی ہے کہ جو دوشیزہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالتی ہے اسے بنیاد پرست یا انتہاء پسند قرار دیا جاتا ہے اس کے پردہ اور دینی لباس کا مذاق اڑایا جاتا ہے حالانکہ وہ جو کچھ کر رہی ہے اپنے فکر و ذہن کے مطابق اپنے خدا ہی کو راضی کرنے کے لیے کر رہی ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے اتباع میں کر رہی ہے ـــــ جب کہ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ ہے جو لباسِ بے لباسی میں بن سنور کر بلکہ بالکل عریاں حالت میں سڑکوں اور ساحلوں پر نکل کر یا پردۂ سیمیں پر ظاہر ہو کر دعوت نظارہ دیتا ہے۔

مگر اس کی مخالفت میں کوئی آواز نہیں اٹھتی کسی زبان سے کوئی لفظ مذمت نہیں نکلتا، حکومتی سطح پر مراعات انہیں حاصل ہیں معاشرے میں انہیں صاحب عزت گردانا جاتا ہے ـــــ کہا جاتا ہے کہ یہ شخصی آزادی کا مسئلہ ہے دستور نے شخصی آزادی کی ضمانت دی ہے ـــــ تو ہمیں بھی یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے۔ کہ کیا دستور نے عریانیت فحاشی اور ابتذال کے لیے شخصی آزادی کی ضمانت دی ہے اور جب معاملہ سنجیدگی، اخلاقی اقدار، انسانی مجد و شرف اور دینی اخلاق کے تحفظ کا ہو تو دستور اس آزادی کو سلب کر لیتا ہے؟

یہاں ہم ایک مختصر تجزیاتی حقیقت کے طور پر اس بات کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ آج دنیا میں طرح طرح کی انتہاء پسندیاں پائی جاتی ہیں بعض کا تعلق دین سے ہے بعض کا تعلق سیاست سے ہے اور کچھ کا تعلق فکر، سلوک اور پالیسی سے ہے۔

اگر دینی انتہاء پسندی کو لے لیا جائے اور پوری دنیا کا جائزہ لیا جائے تو مشرق و مغرب شمال و جنوب الغرض کائنات کی دھرتی کے ہر ملک اور بلکہ ہر گوشہ میں یہ انتہاء پسندی پائی جاتی ہے ـــــ پھر یہ غیر مسلم انتہاء پسند اپنی زبان سے، اپنی تحریر سے، اپنے اعمال و افکار سے اپنی کارروائیوں اور کردار سے اپنی انتہاء پسندی کا شب و روز اعلان کرتے رہتے ہیں مگر دنیا کی طرف سے ان کی ایسی مخالفت اور ان کی انتہاء پسندی کی ایسی مذمت نہیں کی جاتی جیسی مخالفت ان لوگوں کی کی جاتی ہے جنہیں مسلم انتہاء پسند کہا جاتا ہے اور نہ ان کی حکومتیں غیر مسلم

انتہاپسندوں کے بارے میں وہ موقف اپناتی ہیں جو آج مسلم حکومتوں نے مسلم انتہاپسندوں کے بارے میں اپنا رکھا ہے۔

ہم یہودی انتہا پسندی، صیہونی حکومت اسرائیل میں دیکھ رہے ہیں جہاں انتہا پسندانہ اہداف، انتہا پسندانہ اعمال اور انتہا پسندانہ اصول و پیغامات کے اعلانات، یہودی جماعتیں اور یہودی تنظیمیں بغیر کسی حجاب، اور بغیر کسی شرم و حیا کے علی الاعلان کرتی رہتی ہیں بلکہ اسی یہودی انتہا پسندی ہی کی بنیاد پر اسرائیل کا قیام عمل میں آیا ہے ان کے مذہبی اور دینی صحیفوں اور تلمود نے انہیں یہ تعلیم دی ہے کہ یہود اللہ کے محبوب اور منتخب قوم ہے دوسری قوموں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی خدمت میں لگی رہیں غیر یہودیوں کا یہودیوں پر کوئی حق نہیں ہے یہودیوں کے لیے دوسروں کے جان و مال اور وطن و جائیداد کو حلال بنا دیا گیا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے مقصد کی راہ میں روک نہیں بن سکتی۔

ہم نصرانی انتہا پسندی لبنان میں دیکھتے ہیں جہاں مسیحی رضا کار اور ان کے مددگار ان کو قتل کر دیتے ہیں لاشوں کا مثلہ کرتے ہیں وحشیانہ طور پر عزت و ناموس کو لوٹتے ہیں مصاحف اور دینی کتابوں کو جلاتے ہیں۔ اور ہر اس چیز کی اہانت و تذلیل کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کا اسلامی تشخص ظاہر ہوتا ہے یہی بات افغانستان میں دھرائی گئی، کشمیر میں یہی کچھ ہو رہا ہے فلسطین میں یہی معاملہ ہے بوسنیا میں اسی کردار کی جھلکیاں ہیں اور نو آزاد وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں اسی کو برتنے کی مسابقت ہے ——

دنیا نے نصرانیوں کی یہی دینی انتہا پسندی لبنان میں دیکھی ہے ترکوں کے خلاف قبرص میں دیکھی ہے اریٹریائی مسلمانوں کے خلاف حبشہ میں اور فلپائن میں دیکھی ہے۔

دنیا مشرکانہ انتہا پسندی بھی مختلف ملکوں بالخصوص بھارت میں دیکھ رہی ہے جہاں اکثریتی طبقہ کی متعصب جماعتوں کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کو دبایا جائے بلکہ انہیں ختم کر دیا جائے اسی لیے کوئی سال کیا، کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا جو فرقہ وارانہ ہنگاموں سے خالی ہو۔

پھر حیرت ہے تو اس بات پر، تعجب ہے تو اس عدل پر، کہ وہ لوگ مسلمانوں کو اپنے اپنے ممالک میں مرغی اور بکری کی طرح ذبح کرتے اور پیاز و ٹماٹر کی طرح کاٹ رہے ہیں جو اپنے دل کی نرمی اور رقت کے نام پر گائے بکری بلکہ مرغی تک کے ذبیحہ کو حرام کہتے ہیں اس لیے کہ ان کے اندر روح ہوتی ہے مچھروں اور کیڑوں کے مارنے والی دوائیوں کو بھی استعمال نہیں کرتے اس لیے کہ کیڑے مکوڑوں اور مچھروں میں بھی روح ہوتی ہے چوہوں کو بھی ان کے ہاں کھلی چھوٹ ملتی ہے اور وہ ٹنوں گیہوں کھا جاتے ہیں وہ ان سے بھی تعرض نہیں کرتے اس لیے کہ ان کے اندر بھی روح ہوتی ہے لیکن تنہا ان کے نزدیک مسلمان ہی ایسے ہیں جن کے اندر چوہوں، مچھروں اور کیڑے مکوڑوں کی طرح بھی روح نہیں ہے ؎

برایں عقل و دانش بباید گریست